اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۪﴿۶﴾
کیا اس نے تجھے یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟[1] (٦)

وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی ۪﴿۷﴾
اور تجھے راہ بھولا پاکر ہدایت نہیں[2] دی۔ (٧)

وَ وَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ؕ﴿۸﴾
اور تجھے نادار پاکر تونگر نہیں بنا دیا؟[3] (٨)

فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ؕ﴿۹﴾
پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر۔[4] (٩)

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ﴿ؕ۱۰﴾
اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ۔[5] (١٠)

وَ اَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾
اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔[6] (١١)

سُوۡرَۃُ الشَّرۡحِ

سورۂ الم نشرح مکی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾
کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔[7] (١)

اپنی امت کے گناہ گاروں کے لیے ملے گا۔

(١) یعنی باپ کے سہارے سے بھی تو محروم تھا' ہم نے تیری دست گیری اور چارہ سازی کی۔

(٢) یعنی تجھے دین شریعت اور ایمان کا پتہ نہیں تھا' ہم نے تجھے راہ یاب کیا' نبوت سے نوازا اور کتاب نازل کی' ورنہ اس سے قبل تو ہدایت کے لیے سرگرداں تھا۔

(٣) تونگر کا مطلب ہے' اپنے سوا تجھ کو ہر ایک سے بے نیاز کر دیا' پس تو فقر میں صابر اور غنا میں شاکر رہا۔ جیسے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے کہ "تونگری' سازوسامان کی کثرت کا نام نہیں ہے' اصل تونگری دل کی تونگری ہے۔
(صحیح مسلم' کتاب الزکوٰۃ' باب لیس الغنیٰ عن کثرۃ العرض)

(٤) بلکہ اس کے ساتھ نرمی و احسان کا معاملہ کر۔

(٥) یعنی اس سے سختی اور تکبر نہ کر' نہ درشت اور تلخ لہجہ اختیار کر۔ بلکہ جواب بھی دینا ہو تو پیار اور محبت سے دو۔

(٦) یعنی اللہ نے تجھ پر جو احسانات کیے ہیں' مثلاً ہدایت اور رسالت و نبوت سے نوازا' یتیمی کے باوجود تیری کفالت و سرپرستی کا انتظام کیا' تجھے قناعت و تونگری عطا کی وغیرہ۔ انہیں جذبات تشکر و ممنونیت کے ساتھ بیان کرتا رہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انعامات کا تذکرہ اور ان کا اظہار اللہ کو پسند ہے لیکن تکبر اور فخر کے طور پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان سے زیر بار ہوتے ہوئے اور اس کی قدرت و طاقت سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔

(٧) گزشتہ سورت میں تین انعامات کا ذکر تھا' اس سورت میں مزید تین احسانات جتلائے جا رہے ہیں۔ سینہ کھول دینا'

وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِيٓ أَنقَضَ ظَهۡرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا ﴿٦﴾

اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا۔[1] (۲)
جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی۔ (۳)
اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔[2] (۴)
پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (۵)
بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔[3] (۶)

ان میں پہلا ہے۔ اس کا مطلب ہے سینے کا منور اور فراخ ہو جانا' تاکہ حق واضح بھی ہو جائے اور دل میں سما بھی جائے۔ اسی مفہوم میں قرآن کریم کی یہ آیت ہے ﴿فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهۡدِيَهُۥ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهُۥ لِلۡإِسۡلَٰمِ﴾ (سورة الأنعام' ۱۲۵) "جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازنے کا ارادہ کرے' اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے"۔ یعنی وہ اسلام کو دین حق کے طور پر پہچان بھی لیتا ہے اور اسے قبول بھی کر لیتا ہے۔ اس شرح صدر میں وہ شق صدر بھی آجاتا ہے جو معتبر روایات کی رو سے دو مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا گیا۔ ایک مرتبہ بچپن میں' جب کہ آپ ﷺ عمر کے چوتھے سال میں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کا دل چیرا اور اس سے وہ حصہ شیطانی نکال دیا جو ہر انسان کے اندر ہے' پھر اسے دھو کر بند کر دیا' (صحیح مسلم' کتاب الإیمان' باب الإسراء) دوسری مرتبہ معراج کے موقع پر۔ اس موقعے پر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل نکالا گیا' اسے آب زمزم سے دھو کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ (صحیحین' أبواب المعراج وكتاب الصلوٰة)

(۱) یہ بوجھ نبوت سے قبل چالیس سالہ دور زندگی سے متعلق ہے۔ اس دور میں اگرچہ اللہ نے آپ ﷺ کو گناہوں سے محفوظ رکھا' کسی بت کے سامنے آپ ﷺ سجدہ ریز نہیں ہوئے' کبھی شراب نوشی نہیں کی اور بھی دیگر برائیوں سے دامن کش رہے' تاہم معروف معنوں میں اللہ کی عبادت واطاعت کا نہ آپ ﷺ کو علم تھا نہ آپ ﷺ نے کی۔ اس لیے آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس چالیس سالہ عدم عبادت و عدم اطاعت کا بوجھ تھا' جو حقیقت میں تو نہیں تھا' لیکن آپ ﷺ کے احساس و شعور نے اسے بوجھ بنا رکھا تھا۔ اللہ نے اسے اتار دینے کا اعلان فرما کر آپ ﷺ پر احسان فرمایا۔ یہ گویا وہی مفہوم ہے جو ﴿لِّيَغۡفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (سورة الفتح) کا ہے۔ بعض کہتے ہیں' یہ نبوت کا بوجھ تھا' جسے اللہ نے ہلکا کر دیا' یعنی اس راہ کی مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ اور تبلیغ و دعوت میں آسانیاں پیدا فرما دیں۔

(۲) یعنی جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہیں آپ ﷺ کا نام بھی آتا ہے۔ مثلاً اذان' نماز اور دیگر بہت سے مقامات پر' گزشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے' فرشتوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ہے' آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا' وغیرہ۔

(۳) یہ آپ ﷺ کے لیے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے خوشخبری ہے کہ تم اسلام کی راہ میں جو تکلیفیں برداشت کر رہے ہو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تمہیں فراغت و آسانی سے نوازے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا' جسے

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧
پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر۔ [۱] (۷)

وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨
اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔ [۲] (۸)

سُورَةُ التِّينِ

سورۂ تین مکی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝١
قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔(۱)

وَطُورِ سِينِينَ ۝٢
اور طور سینین کی۔ [۳] (۲)

وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝٣
اور اس امن والے شہر کی۔ [۴] (۳)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝٤
یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ [۵] (۴)

ساری دنیا جانتی ہے۔

(۱) یعنی نماز سے 'یا تبلیغ سے یا جہاد سے 'تو دعا میں محنت کر' یا اتنی عبادت کر کہ تو تھک جائے۔

(۲) یعنی اسی سے جنت کی امید رکھ' اسی سے اپنی حاجتیں طلب کر اور تمام معاملات میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ رکھ۔

(۳) یہ وہی کوہ طور ہے جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا۔

(۴) اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے' جس میں قتال کی اجازت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جو اس میں داخل ہو جائے' اسے بھی امن حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دراصل تین مقامات کی قسم ہے' جن میں سے ہر ایک جگہ میں جلیل القدر' صاحب شریعت پیغمبر مبعوث ہوا۔ انجیر اور زیتون سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں اس کی پیداوار ہے اور وہ ہے بیت المقدس' جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن کر آئے۔ طور سینا یا سینین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور شہر مکہ میں سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (ابن کثیر)

(۵) یہ جواب قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے کو جھکا ہوا ہے صرف انسان کو دراز قامت' سیدھا بنایا ہے جو اپنے ہاتھوں سے کھاتا پیتا ہے۔ پھر اس کے اعضا کو نہایت تناسب کے ساتھ بنایا' ان میں جانوروں کی طرح بے ڈھنگا پن نہیں ہے۔ ہر اہم عضو دو دو بنائے اور ان میں نہایت مناسب فاصلہ رکھا' پھر اس میں عقل و تدبر' فہم و حکمت اور سمع و بصر کی قوتیں ودیعت کیں' جو دراصل یہ انسان اللہ کی قدرت کا مظہر اور اس کا پرتو ہے۔ بعض علما نے اس حدیث کو بھی اسی معنی و مفہوم پر محمول کیا ہے' جس میں ہے کہ إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَىٰ صُوْرَتِهِ (مسلم' کتاب البر والصلۃ والآداب) "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا" انسان کی پیدائش میں ان تمام چیزوں کا اہتمام ہی احسن تقویم ہے' جس کا ذکر اللہ نے تین قسموں کے بعد فرمایا۔ (فتح القدیر)